© rasailojaraid.com

علامہ اقبال اور امیر عبدالرحمٰن الداخل

پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد ظہر

حضرت علامہ اقبال اسلامی اندلس کو خصوصی اہمیت دیتے تھے اور اسے عربوں اور مسلمانوں کی فردوس گم گشتہ (Paradize Lost)، تصور کرتے تھے (۱)۔ ان کی رائے تو یہ تھی کہ اگر یہودی فلسطین کو ہزاروں سال بعد اپنا کھویا ہوا وطن سمجھتے ہوئے وہاں پر اپنا ملک ''اسرائیل'' قائم کرنے کا حق رکھتے ہیں تو پھر اندلس پر تو مسلمانوں کا حق بدرجہ اولی تسلیم کیا جانا چاہئے کیونکہ انہیں تو صرف چند صدیاں قبل اندلس سے زبردستی نکالا گیا تھا، کچھ کو اذیت دیکر قتل کیا گیا اور بعض کو ڈرا دھمکا کر بھگا دیا گیا تھا۔ اقبال فرماتے ہیں۔ (۲)

رندان فرانسیس کا میخانہ سلامت — پر ہے مئے گلرنگ سے ہر شیشہ حلب کا
ہے خاک فلسطین پر یہودی کا اگر حق — ہسپانیہ پر حق نہیں کیوں اہل عرب کا
مقصد ہے ملوکیت انگلیس کا کچھ اور — قصہ نہیں تاریخ کا شہد یا رطب کا

علامہ محمد اقبال اپنی زندگی میں کئی ایک مسلم وغیر مسلم ممالک کے دورہ پر گئے، لیکن ان کے یہ دورے اور اَسفار یا تو کسی ذاتی ضرورت ومقصد کے لیے تھے، جیسا کہ اعلی تعلیم کے لیے ان کا سفر یورپ، یا کسی کی دعوت پر سفر کیا، جیسے مفتیِ اعظم فلسطین سیّد امین الحسینی کی دعوت پر آپ بیت المقدِس گئے، یا کسی قومی یا بین الاقوامی ضرورت کے پیشِ نظر سفر ہوا، جیسے آپ گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے لندن تشریف لے گئے تھے اور یا پھر رستہ میں آتے جاتے نظر پڑی (جیسے سمندری رستہ میں صقلیہ یا سسلی پر نظر پڑی) یارک گئے، جیسے عدن اور مصر رستہ میں پڑے، لیکن اسلامی اندلس (ھسپانیہ) ایک ایسا ملک ہے جسے دیکھنے اور اسکے آثار کی زیارت کے لیے حضرت علامہ گویا نیت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

باندھ کر اسی طرح گھر سے نکلے تھے، جس طرح وہ زندگی کے آخری ایام میں پختہ نیت کے ساتھ اور احرام باندھ کر زیارت حرمین شریفین اور حج بیت اللہ کے لیے سرزمین حجاز اور اس کے آثار و دیار کو دیکھنے کا باقاعدہ عزم بالجزم کیے ہوتے تھے (۳) مگر زندگی نے وفا نہ کی اور زیارتِ حرمین کی حسرت دل ہی میں رہ گئی! غالباً یہی وجہ ہے کہ اقبال سرزمینِ سپین کو دلِ مسلم کے لیے مثلِ حرم قابلِ احترام قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ (۴)

ہسپانیہ تو خونِ مسلم کا امین ہے ۔۔۔ مانندِ حرم پاک ہے تو میری نظر میں
پوشیدہ تری خاک میں سجدوں کے نشاں ہیں ۔۔۔ خاموش اذانیں ہیں تری بادِ سحر میں
روشن ستاروں کی طرح ان کی سنانیں ۔۔۔ خیمے تھے کبھی جن کے ترے کوہ و کمر میں
پھر تیرے حسینوں کو ضرورت ہے حنا کی؟ ۔۔۔ باقی ہے ابھی رنگ مرے خونِ جگر میں
کیونکر خس و خاشاک سے دب جائے مسلمان ۔۔۔ مانا وہ تب و تاب نہیں اس کے شرر میں

سرزمینِ ھسپانیہ کے حوالے سے وہ کئی ایک اسلامی شخصیات کو قابلِ ذکر اور تحسین و تکریم کا مستحق سمجھتے ہیں اور کئی ایک مقاماتِ اندلس بھی ان کی توجہ کا مرکز رہے ہیں اور اقبال نے انہیں اپنے فکر و شعر کا حصہ بنا دیا ہے۔ ان اندلسی یا ھسپانوی شخصیات میں سے اموی شہزادہ عبدالرحمٰن الداخل خصوصی تذکرہ کے مستحق ہیں۔

اقبالؒ فلسفہء خودی کا علمبردار شاعر ہے، لیکن وہ شاعرِ مشرق اور ترجمانِ اسلام بھی ہے۔ یوں کہہ لیجیے کہ اسلام اس کی رگ و پے میں رچا بسا ہے کیونکہ وہ خود کو ایک عاشقِ رسول مانتا ہے جو دینِ اسلام کے علمبردار پیغمبر ﷺ برحق تھے۔ مشہور اقبال شناس پروفیسر محمد منور مرزا۔ مرحوم و مغفور۔ بجا طور پر فرمایا کرتے تھے کہ علامہ اقبالؒ کی فکر اور شاعری اسلام فہمی کے لیے مختصر ترین رستہ (Short cut to Islam) ہے۔ مقصد یہ کہ اگر کسی کے پاس اسلام اور معارف اسلامیہ کی وسیع و عمیق دنیا تک پہنچنے کے لیے وقت اور وسائل نہ ہوں تو صرف اقبال کے فارسی اور اردو کلام کو پڑھ اور سمجھ لے تو ضرورت پوری ہو جائے گی!! اس کی وجہ یہ ہے کہ اقبال نے معارف اسلامیہ کے کسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھی اہم پہلو کو نظر انداز نہیں کیا۔ اسلامی اندلس اور اس کی تاریخ ایک اہم پہلو ہے۔ اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت علامہ اقبال نے اسے بھی اپنے فکر وشعر کا موضوع بنایا ہے اور اسے اچھی طرح اجاگر کیا ہے۔

اسلام کی سیاسی، اقتصادی، علمی، فکری اور ادبی تاریخ پر اقبال کی بڑی گہری نظر تھی۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ وہ اسلامی علوم ومعارف کا موسوعۃ (Encyclopedia) تھے اور اسی لیے ان کی قوم نے انہیں ''علامہ'' کا خطاب بھی دیا تھا۔

قرآن کریم، حدیثِ نبوی، سیرتِ طیبہ اور تاریخِ اسلام تو ہمیشہ ان کے قلب ونظر کی زینت بھی تھے اور روحانی غذا بھی۔ چنانچہ وہ جب چاہتے، جیسے چاہتے اور جہاں چاہتے ان معارف ومصادرِ اسلامی کی گہرائیوں سے گوہرِ آب دار نکال کر سجا دیتے تھے۔ وہ اسلامی تاریخ کے عظیم وجلیل کرداروں سے آگاہ تھے۔ انہوں نے اُن زعماء وعظماء کے کارناموں سے امت کو آگاہ بھی کیا اور مسلمان نوجوانوں کو اپنی عملی زندگیوں میں انہیں عملی نمونہ یا رول ماڈل (Roll Modle) بنانے کی تلقین بھی فرمائی۔ اقبالؒ نے صحابہ کرامؓ کے اوصاف کو اپنے فکر وشعر کا موضوع بنا کر مسلمانوں کو اپنی عملی زندگیوں میں انہیں سرچشمہ ھدایت ورہنمائی قرار دیا(۵)، مسلم قائدین اور حکمرانوں سے لیکر صوفیہ وعلماء تک تاریخِ اسلام کے تمام نہیں تو اکثر زعماء کے اوصافِ حمیدہ کی طرف متوجہ کیا۔ تاریخِ اسلام کے ان زعماء وعظماء میں سے ایک امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک بن مروان بھی ہے۔

یہ امیر عبدالرحمٰن اسلامی تاریخ کے ان زعمائے عظام میں سے ہے، جن کا کردار بلاشبہ ایک تاریخ ساز کردار ہے۔ خود کو موت کے منہ سے چھینا، خاردار صحرا عبور کیے، مہلک خطرات کو خاطر میں نہ لایا، بارہا دشمنوں کے نرغے سے نکلا اور بالآخر اپنی بے مثال ہمت واستقلال اور صبر واستقامت کے طفیل ایک مٹے ہوئے، خاک میں ملے ہوئے شاہی خاندان کو از سرِ نو تختِ شاہی کا وارث بنا گیا۔ کہتے ہیں کہ دوسرا عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور جب عباسی خلافت کی بنیادوں کو پختہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرنے اور اپنے دارالخلافہ بغداد کی تعمیر مکمل کرنے کے بعد ایک دن دربارِ بغداد سجائے بیٹھا تھا کہ اچانک اپنے درباریوں کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے ایک سوال کیا کہ ذرا یہ تو بتاؤ کہ ہم تمام قبائلِ قریش کے فرزندوں میں سے ''صقرِ قریش'' (قریش کا شاہین) کہلانے کا حقدار کون ہے؟ سب خوشامدی درباریوں نے یک زبان ہو کر کہا ''بھلا حضور کے سوا صقرِ قریش کا تاج کس کے سر کو زیب دے سکتا ہے''؟ ابوجعفر منصور سب کو سرزنش کرتے ہوئے بولا (۶) ''نہیں! تم غلط کہتے ہو! قریش کا شاہین میں نہیں بلکہ یہ تاج مرصع تو امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کو ہی زیب دیتا ہے!''

اسلامی اندلس کے مؤرخین اور تذکرہ نگار اس بلند ہمت اموی شہزادے کو ''عبد الرحمٰن الداخل'' (یعنی اندلس میں داخل ہونے والا اور یہاں آنے والا عبدالرحمٰن کہتے ہیں) اور یہی وہ شاہینِ قریش ہے جس نے اسلامی مشرق (دمشق، شام) میں اموی خلافت کے خاتمہ کے بعد عباسیوں کی آتشِ انتقام سے بچ نکلنے میں کامیابی حاصل کی اور پھر اسلامی مغرب (قرطبہ اندلس) میں دوسری اموی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ اور یہ وہی اموی سلطنت ہے جس نے نہ صرف یہ کہ کل کے اندلس اور آج کے سپین یا ھسپانیہ کو علم وسائنس، شعروادب، سیاست وحکومت، تہذیب وثقافت، دولت و رفاہیت اور زراعت وصناعت میں اس اوجِ کمال تک پہنچایا جو اس کے بعد آج تک پھر کبھی بھی اسے نصیب نہیں ہو سکا۔ بلکہ یہی وہ اموی خلافت قرطبہ ہے جو اموی خلیفہ عبدالرحمٰن الناصر لدین اللہ کے عہد میں اپنے زمانے میں دنیا کی سب سے بڑی بحری قوت بن گئی تھی، حتیٰ کہ مشرق ومغرب کے بادشاہ خلیفہ الناصر کی دوستی پر فخر کرتے اور اس کی خوشامد کو اپنے تحفظ وامان کی ضمانت سمجھتے تھے۔ اسی الناصر کا بیٹا حکم المستنصر تھا جو تاریخِ اسلامی کا سب سے بڑا کثیر المطالعہ اور عالم حکمران کہلانے کا مستحق ہے۔ مغرب کے تمام اہلِ دانش اسے کتاب دوست حکمران کہتے ہیں جس کی ذاتی لائبریری کی فہرستِ کتب چالیس جلدوں پر مشتمل تھی اور اس نے تمام کتابوں کو پڑھا اور جابجا حواشی پر مصنفین کی اغلاط کی نشاندہی بھی کی یا عمدہ اور نفیس افکار وخیالات پر انہیں داد بھی دی۔ اسی عہد میں ہسپانیہ تعلیم کے میدان میں آج کی نام نہاد مہذب اور روشن دنیا سے بھی آگے نکل گیا تھا حتیٰ کہ عصر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حاضر کے ایک ہسپانوی مؤرخ پروفیسر ڈوزی کی تحقیق کے مطابق اسلامی عہد کے ہسپانیہ کا ہر گھر شوقیہ لائبریری پر مشتمل تھا، اور تقریباً ہر شہری پڑھ لکھ سکتا تھا۔ ناخواندگی اور جہالت کا خاتمہ ہو گیا تھا۔

یہ اموی شہزادہ ۔ جو ۱۱۳ھ/ ۷۳۱ء میں پیدا ہوا، اور ۱۷۲ھ/ ۷۸۸ء میں دنیا سے رخصت ہو گیا ۔ دمشق میں پیدا ہوا، وہ ابھی بچہ ہی تھا جب اس کا باپ معاویہ بن ہشام فوت ہو گیا مگر عبد الرحمٰن نے اپنے دادا ھشام بن عبدالملک کے آغوشِ خلافت میں شہزادہ کی طرح پرورش پائی، دادا اسے دیکھ کر خوش ہوتا اور اس کے روشن چہرہ اور چمکتی آنکھوں کو دیکھ کر اس کے کامیاب مستقبل کے متعلق پیشین گوئیاں کیا کرتا تھا.(۷)

آخری اموی خلیفہ دمشق مروان الحمار اور عباسیوں کی فوج کے درمیان عراق میں دریائے زاب کے کنارے فیصلہ کن معرکہ ہوا۔ عباسیوں نے امویوں سے اپنا حساب چکانے اور انتقام کی آگ بجھانے کے لیے پکڑ دھکڑ اور قتل و غارتگری کا جو المناک طوفان اٹھایا اس نے بنوامیہ کے لیے زمین تنگ کر دی تھی۔ اس لیے بہت ہی کم اموی بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے۔ ان میں امیر عبدالرحمٰن الداخل سب سے نمایاں ہے۔ اس شہزادے کا بچ نکلنا ایک تاریخی بلکہ تاریخ ساز ڈرامہ لگتا ہے جو عراق میں دریائے فرات کے کنارے سے شروع ہوتا ہے اور پھر مصر کے کھیتوں اور افریقہ کے صحراؤں سے ہوتا ہوا اسلامی اندلس (ہسپانیہ) کے شہر قرطبہ میں اختتام پذیر ہوتا ہے جہاں امیر عبدالرحمٰن الداخل بالآخر آزاد اموی سلطنت کے قیام کا اعلان کرتا ہے۔ ان تمام ڈرامائی مناظر کا راوی بھی خود امیر عبدالرحمٰن الداخل ہے.

فرات کے کنارے سے قرطبہ کے تختِ شاہی تک امیر عبدالرحمٰن الداخل کی ڈرامائی داستان کو کئی ایک مؤرخین اور تذکرہ نگاروں نے بڑے مفصل اور دلچسپ پیرایہ بیان میں محفوظ کیا ہے اور کئی ایک عرب ادباء نے تو اس داستان کو افسانے، ڈرامے اور ناول کے رنگ میں بھی پیش کیا ہے، جن میں مصری افسانہ نگار محمود تیمور بھی شامل ہے جسے ناقدین فن بجا طور پر عرب دنیا کا ''موپساں'' قرار دیتے ہیں۔ تاریخی واقعات کی تفصیل صاحب الکامل فی التاریخ ابن اثیر، البیان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

المغرب کے مصنف ابن عذاری المراکشی صاحب الحلۃ السیراء ابن الابار اور علامہ ابنِ خلدون وغیرہ نے دی ہے۔

لکھتے ہیں کہ امیر کے اپنے بیان کے مطابق دریائے فرات کے کنارے پر ایک گاؤں تھا، جو گھنے درختوں اور سرکنڈوں سے گھرا ہوا تھا، یہاں پر امیر عبدالرحمٰن الداخل اپنے اہل وعیال کے ساتھ چھپا ہوا تھا۔ اس کا چار سالہ بیٹا سلیمان (یہی قرطبہ میں اس کا پہلا جانشین بھی ہوا) باپ کے ساتھ کھیلتے کھیلتے باہر نکلا۔ پھر فوراً گھبرایا ہوا روتا ہوا اندر آیا اور اپنے باپ سے چمٹ گیا۔ باپ نے باہر جھانک کر دیکھا تو گاؤں میں عباسیوں کے سیاہ جھنڈے لہرا رہے تھے۔ اتنے میں اس کا چھوٹا بھائی گھبرایا ہوا اندر آیا اور کہنے لگا: چلیے جان بچائیے! کالے جھنڈوں نے پورے گاؤں کو ڈھانپ لیا ہے، عبدالرحمٰن نے اپنی پونجی سنبھالی اور چھوٹے بھائی کے ہمراہ بھاگ نکلا۔ آگے چل کر شہزادے نے اپنے ایک دوست کے ذریعہ سواری اور سامان سفر تیار کیا، مگر اس دوست کے غلام نے مخبری کر دی اور علاقہ کے عباسی حاکم نے عبدالرحمٰن کے پیچھے اپنے سپاہی دوڑا دیئے۔ شہزادہ اپنا کچھ سرمایہ اپنی بہن ام اصبغ کے سپرد کر کے اور اسے اپنا پتہ بتا کر چل پڑا اور کہا کہ یہ رقم میرے آزاد کردہ غلام بدر کو دیکر اس پتہ پر بھیج دینا۔

اسی اثنا میں حاکم کے گھوڑا سوار سپاہی قریب آ گئے۔ دونوں بھائی پیدل دوڑ پڑے۔ سپاہی ان کے تعاقب میں تھے۔ فرات کے کنارے باغات میں پیدل بھاگتے ہوئے کنارے پر پہنچے تو دریا میں کود گئے۔ شہزادہ تو تیزی سے تیرتا ہوا تیروں کی بارش سے بچتا ہوا دریا عبور کر گیا مگر اس کا چھوٹا بھائی وسطِ دریا میں سے امان پانے کے بہانے دشمن کے نرغے میں آ گیا اور شہزادہ کی نظروں کے سامنے اس کے چھوٹے بھائی کو قتل کر دیا گیا۔ عبدالرحمٰن کو بہت دکھ ہوا مگر وہ اپنے رخ پر بھاگتا رہا، وہ جب گھنے جنگلات میں ان کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تو وہ مایوس ہو کر لوٹ گئے اور شہزادہ اندلس جانے کی نیت سے برق رفتاری کے ساتھ مراکش جا پہنچا۔!!

امیر عبدالرحمٰن الداخل کی بہن اُمِّ اِصبَغ بڑی سمجھ بوجھ کی مالک خاتون تھی۔ بھائی کے غلام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بدر کو تلاش کروایا اور اسے رقم دیکر بھائی کے پاس افریقہ بھیج دیا۔ مراکش پہنچ کر شہزادہ کو فضا غیر محفوظ نظر آئی، کیونکہ عباسی قائدین امیر عبدالرحمٰن کی غیر معمولی صلاحیتوں سے پوری طرح واقف تھے اور اس خطرناک دشمن کو ہر قیمت پر ختم کرنے پر تلے ہوے تھے۔ مراکش کے عباسی حکمران نے اپنے سپاہی اس کی تاک میں لگا دیئے۔ عبد الرحمٰن نے اپنی بربری ماں کے ایک رشتہ دار قبیلہ بنو مکناسہ (آج کل مکناسہ نام کا مراکش کا ایک مشہور شہر ہے) سے پناہ مانگی لیکن انہوں نے شہزادہ کو پناہ نہ دی اور وہ وہاں سے بھاگ نکلا۔ بربری قبیلہ بنونفزادہ اس کے ننھیال تھے۔ قریب تھا کہ عباسیوں کے سپاہی اسے آلیں، مگر وہ تیزی سے پناہ مانگتا اور بھاگتا ہوا اپنے ایک ماموں کے گھر پہنچ گیا اور پیچھے پیچھے سپاہی بھی پہنچ گئے۔ عبدالرحمٰن کی ممانی چھ سات فٹ کی بربری خاتون تھی۔ اس نے شہزادہ کو اپنے پاؤں میں بٹھا کر اپنے لباس میں چھپالیا اور سپاہیوں کو برا بھلا کہتے ہوے تلاشی لینے کی اجازت دے دی جو ناکام جھاڑ کھاتے ہوے مایوس ہو کر لوٹ گئے۔ اس طرح شہزادہ کے سر سے موت ٹل گئی اور تاریخ کا رخ بدل گیا۔

اسی اثناء میں سرمایہ لیکر بدر بھی شہزادہ کے پاس پہنچ گیا۔ عبدالرحمٰن نے بدر کو اپنے خطوط دیکر سرمایہ کے ساتھ روانہ کیا اور اس کے ذریعہ اندلس کے صوبائی گورنروں کو وعدہ وعید سے تعاون کی دعوت دی۔ کئی ایک نے امیر کی دعوت قبول کرتے ہوے تعاون کے لیے آمادگی ظاہر کی۔ امیر کو جب تعاون اور کامیابی کا یقین ہو گیا تو ایک دن سمندر عبور کر کے اندلس میں داخل ہو گیا۔ اب علاقائی حکام سے مذاکرات شروع ہوے۔ کسی کو دھمکایا اور کسی کو لالچ دیا۔ اس طرح ایک دن ایسا بھی آیا کہ امیر عبدالرحمٰن الداخل سب حکام کو رام چکا تھا، اور قرطبہ اس کے قدموں میں تھا۔ وہی قرطبہ جو آئندہ چار صدیوں تک امیر کی اولاد کا دار الخلافہ بننے والا تھا۔ یہ بات ۱۳۸ھ کے ماہ ربیع الاول کی ہے۔ اب شاعرِ مشرق کے ممدوح عبد الرحمٰن الداخل نے اپنے بیٹے سلیمان کے لیے رصافہ (پکا اور صاف محل) تعمیر کر کے یہاں کھجور کا درخت لگوایا تھا اور یہی درخت شہزادہ کی شاعری کا موضوع بننے والا تھا اور اسی کے آزاد ترجمہ سے اقبال نے اپنے ممدوح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو خراجِ تحسین بھی کرتا تھا!!

مشہور مؤرخ اسلام علامہ ابن الاثیر نے الکامل فی التاریخ میں امیر عبدالرحمٰن الداخل کے اوصاف و اخلاق کو الفاظ کا جامہ پہناتے ہوئے لکھا ہے:(۸)

"وَکَانَ فَصِیْحًا لَسِنًا، شَاعِرًا حَلِیْمًا، عَالِمًا حَازِمًا، سَرِیْعَ النَّھضَۃِفِیْ طَلَبِ الْخَارِجِیْنَ عَلَیْہ، لَایُخْلِدُ اِلٰی رَاحَۃٍ، وَلَایَسْکِنُ اِلٰی دَعَۃٍ، وَلَایَکِلُ الْاُمُوْرِ اِلٰی غَیْرِہٖ، وَلَایَنْفَرِدُ فِیْ الْاُمُوْرِ بِرَأیِہ، شُجَاعًامِقْدَامًا، بَعِیْدَالغَوْر، شَدِیْدَ الحَذْر، سَخِیًّا جَوَّادًا، یُکْثِرُ لِبَاسَ البَیَاضِ، وَکَانَ یُقَاسُ بِالْمَنْصُوْرِفِیْ حَزْمِہٖ وَسُکُوْنِہٖ وضَبْطِ المَمْلِکَۃِ"

(وہ فصیح اللسان تھا، حلیم الطبع شاعر تھا، محتاط عالم تھا، اپنے خلاف بغاوت کرنے والوں کے مقابلے کے لیے تیزی سے اٹھ کھڑا ہوتا تھا۔ اسے نہ تو آرام پسند تھا اور نہ وہ قیام کرنے میں سکون محسوس کرتا تھا۔ اپنے معاملات دوسرں کو نہیں سونپتا تھا اور نہ معاملات کا اکیلے اپنی ہی رائے سے فیصلہ کرتا تھا۔ وہ آگے بڑھنے والا بہادر تھا۔ بہت گہرائی کا مالک تھا۔ بہت پرہیز کرتا تھا بڑا سخی تھا۔ اکثر سفید لباس پہنتا تھا۔ احتیاط، سکون اور مملکت پر قابو رکھنے میں وہ ابو جعفر منصور عباسی کے مشابہ قرار دیا جاتا تھا)۔

احمد المقری نے ذکر کیا ہے کہ عبدالرحمٰن الداخل نے ایک موقع پر قدیم اموی دارالخلافہ دمشق عباسیوں سے چھیننے کا عزم بھی کیا تھا(۹) مگر مشاورت کے بعد اس پر عمل مناسب نہ سمجھا گیا۔ اس سے دو باتیں واضح طور پر سامنے آتی ہیں، یہ امیر کی ہمت و عزیمت کی بھی دلیل ہے اور اس کے ساتھ ہی اس کے حزم و احتیاط اور مشاورت پسندی کا ثبوت بھی ہے۔

امیر عبدالرحمٰن الداخل اپنے پڑدادا عبدالملک بن مروان اور پڑپوتے الحکم المستنصر کی طرح علوم و معارف اور شعر و ادب کا بھی بلند ذوق رکھتا تھا۔ تذکرہ نویس اور مؤرخین اس امیر کی شعر گوئی اور ادبی ذوق کا خصوصی تذکرہ کرتے ہیں۔ موقع اور مناسبت کے مطابق کلام عرب سے استشہاد اس کی روزمرہ گفتگو کا امتیازی نشاں تھا، بلکہ بعض اوقات موقع کی مناسبت سے فی البدیہہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شعر بھی کہہ لیتا تھا۔ مقامی حکام اور صوبائی گورنروں کو زیر کر لینے اور تختِ قرطبہ پر مکمل غلبہ کے بعد امیر نے اپنے اور مخالفین کے حسب حال بطور استشہاد کہا تھا:(۱۰)

فبينا نسوس الناس والامر امرنا   اِذَا نحن فيهم سُوقَةٌ نَتَنَصَّف

ترجمہ: کتنی بار ایسا ہوا کہ ہم لوگوں پر حکومت کر رہے ہوتے ہیں اور حکومت بھی ہمارے ہاتھ میں ہوتی ہے مگر اچانک یوں ہوتا ہے کہ ہمیں ایسے بازاری آدمی سمجھ لیا جاتا ہے جو کچھ لو کچھ دو کی بنیاد پر سودے بازی کریں گے!!

امیر عبد الرحمٰن الداخل نے شام میں مقیم اپنی ایک بہن کے لیے یہ شعر کہہ کر لکھ بھیجے تھے:(۱۱)

ايها الراكب المُيَمِّمُ ارضى   اقر منى بعض السلام لبعضى

ان جسمى كماتراه بأرضٍ   وفؤادى ومالكوه بأرض

قُدِّرَ البين بيننا فافترقنا   وطوى البين عن جفونى غُمُضِى

قد قضى الدهر بالفراق علينا   فعسى باجتماعنا سوف يَقضِى

ترجمہ! (1) اے مسافر سوار جو میرے وطن کی سرزمین کا قصد کیے ہوے ہے، تو میرے جسم کے حصوں (رشتے داروں) کے لیے میرا بھی کچھ سلام و پیغام لیتے جانا۔

(2) میں جسمانی طور پر تو جیسا تجھے نظر آتا ہے ایک اور سرزمین میں ہوں مگر میرا دل اور اس دل کے مالک تو کسی اور زمین میں ہیں۔

(3) جدائی ہمارا مقدر بن گئی۔ اس لیے اب ہم ایک دوسرے سے الگ ہو چکے ہیں۔ اور اس جدائی اور فراق نے میری آنکھوں کی پلکوں کے لیے نیند کے رستے بھی بند کر دیتے ہیں۔

(4) زمانے نے ہمارے خلاف ہجر و فراق کا فیصلہ سنا دیا، مگر امید ہے کہ یہی زمانہ ہمارے ملاپ کا فیصلہ بھی دے گا۔

یہ چار شعر ایک بھائی، جو شہزادہ ہے، نے اپنی بہن، جو شہزادی ہے، مگر محروم قصور و اقتدار ہے، کے لیے لکھے ہیں، مگر ان میں بہن کے لیے بھائی کا جو درد ہے وہ ہر انسان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا بلا امتیاز اور تفریق، درد ہے۔

اسلوبِ بیان کی جو نفاست اور نزاکت ان میں موجود ہے وہ عربی کو فارسی کی شیرینی ونفاست عطا کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے، مگر ان میں جو معنوی لطافت اور باریکی ہے وہ عالمی زبانوں کی ادبیات عالیہ کا نقشہ پیش کرتی ہے۔ یہاں شاعر کے گہرے درد کی کسک بھی محسوس ہو رہی ہے، مگر اپنی بہن کے لیے ایک بھائی کا اشتیاق ومحبت بھی عیاں راچہ بیان کا رنگ لیے ہوئے ہے، سب سے بڑھ کر یہ کہ یہاں شاعر کی ہمت و پرامیدی اور تمنا ویقین اسے ایک غیر متزلزل عزم کے مالک قائد کے روپ میں بھی نمایاں ہو رہا ہے اور اس کی شاعری اسے رجائیت وثابت قدمی کے علمبردار کے رنگ میں پیش کرتی ہے، شہزادہ کے عزم واستقلال اور ہمت استقامت کے متعلق جو کچھ ہم پڑھتے ہیں ان شعروں سے اس کا واضح ثبوت بھی سامنے آتا ہے۔ شاعرِ مشرق کے علم میں غالباً یہ اشعار نہیں لائے گئے ورنہ وہ عبدالرحمٰن الداخل کو خودی کا حامل قائد اور اس کا علمبردار شاعر قرار دیتے۔

بنو امیہ کے بعض ارکان اور بعض دیگر معاونین نے جب یہ کہنا شروع کر دیا کہ اگر میں نہ ہوتا تو یہ اتنی بڑی سلطنت کا مالک نہ بن سکتا بلکہ وہ تو سلطنت سے اسی طرح دور رہتا جس طرح ثریا ستارے کے پیچھے چلنے والا استارہ عَیُّوق (جو ثریا کی پشت پر رہتا ہے اور اس سے آگے کبھی نہیں بڑھ سکتا) پشت پر رہتا ہے بلکہ اس سے زیادہ پسماندہ نظر آتا۔ کسی نے کہا بس جی قسمت کا کھیل ہے، مقدر نے اس کی یاوری کی ورنہ عقل وتدبر سے عاری تھا، امیر نے سب کے جب یہ طعنے سنے تو کہا: (۱۲)

لَا یُلفُ مُـمْتَنٌّ علینا قائل	لولا ی ما ملك الانَامَ الداخل
سعدی وحَزمی والمهنّدُو القنا	ومقادر بلغت، وحالٌ حائلُ
ان الملوك مع الزمان كواكب	نجم يطالعنا، ونجم آفل
والحزم كل الحزم ان لا يغفلوا	اَيَرُوم تدبيرُ البرية غافل
ويقول قوم، سعدُه لا عقله	خير السعادة ما حماها العا قل
اَبَنِی اُمَيَّة قدجَبَرنا صدعكم	بالغرب رغما ، والسُّعودقبائل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مـا دام مـن نسـلي امـامٌ قـائم فـالـملك فيكم ثابت متواصل،

(1) ہم پر احسان جتانے والوں کو یہ نہیں کہنا چاہیے کہ اگر میں نہ ہوتا تو یہ عبدالرحمٰن الداخل خلقِ خدا کا مالک وحکمران نہ بن پاتا۔

(2) یہ میری خوش نصیبی تھی، میری دور اندیشی تھی، میری تلوار اور میرا نیزہ تھا اور تقدیر کا لکھا بھی اور سامنے آنے والے حالات بھی تھے جو میرے معاون ومددگار ثابت ہوے۔

(3) بادشاہوں کا زمانہ کے مقابلہ میں معاملہ اترنے چڑھنے والے کو اکب والا معاملہ ہے، ہمارا ستارہ کبھی طلوع ہوکر چمکتا ہے اور کبھی غروب ہوکر اندھیرا کر جاتے ہیں۔

(4) حزم ودوراندیشی تو یہی ہے کہ ہم لوگ یہ فراموش نہ کریں کہ کیا کوئی غافل اور ناسمجھ خلق خدا پر مدبرانہ حکمرانی کا قصد بھی کرسکتا ہے.؟!

(5) کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن الداخل کی عقل مندی کے بجائے اس کی خوش نصیبی کا کرشمہ ہے! حالانکہ بہترین خوش نصیبی وسعادتمندی وہ ہے جس کا دفاع کرنے کے لیے عقل مندی کام آئے۔

(6) اے بنوامیہ کے لوگو! ہم نے یہاں مغرب میں تمہارے انتشار وافتراق کے صدمہ کا لوگوں کی مرضی کے خلاف علاج کر دیا ہے اور خوش نصیب تو وہ ہے جو ساتھ دے۔

(7) جب تک میری نسل سے کوئی ایک قائد بھی موجود ہے تو اس وقت تک اقتدار لگاتار تم میں ہی رہے گا۔

امیر عبدالرحمٰن الداخل کے ان اشعار پر اتنا تبصرہ کافی کہ ہے اس نے اپنے خاندان کے ہر رکن کو اندلس میں اپنے پاس پناہ دی اور مدد کی بلکہ اسے اپنی حکومت میں بھی شریک قرار دیا مگر سیدنا علی مرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ارشاد کے مطابق اعزہٗ واقارب اذیت رسانی میں عقارب یعنی بچھوؤں کی مانند ہوتے ہیں۔آگے چل کر یہی اقارب اور رشتہ دار امیر کے خلاف سازشوں اور بغاوتوں میں ملوث ہوتے رہے اور احسان فراموشی کے مرتکب ہوتے رہے، بلکہ الٹا امیر کی شخصیت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں طعنہ زنی میں بھی لگ گئے، ان کا جواب امیر نے کس احتیاط اور عقلمندی سے دیا ہے اس کا فیصلہ آپ بہتر کر سکتے ہیں۔

بنو امیہ اور بنو عباس کے درمیان جو چشمک اور منافست رہی اس کا ایک تاریخی پس منظر ہے۔ یہ پس منظر قدیم بھی ہے، المناک اور قابلِ عبرت بھی۔ قریش کی مشاورت اور جمہوری روایت کے ساتھ ساتھ نخوت و مفاخرت کی علامت دارالندوہ سے بنو امیہ کی دلچسپی سب کو معلوم ہے۔ دارالندوہ اگرچہ تمام قبائل قریش کا مشترکہ پنچایت گھر یا اسمبلی ہال تھا، مگر طلوعِ اسلام کے بعد یہ ابوسفیان اور ان کے ہمنوا سرداران قریش کی آماجگاہ بنا رہا، جس میں اسلام قبول کرنے والوں کا کوئی حصہ نہ تھا، بلکہ یہی دارالندوہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف قریشِ مکہ کی سرگرمیوں کا مرکز بنا رہا تھا، جبکہ اسلام اور مسلمانوں کا مشترکہ کمیونٹی سنٹر یا معاشرتی مرکز دارِ ارقم بن گیا تھا جسے سب اہل مکہ ''دارالاسلام'' (اسلام کا گھر اور مرکز) کہتے تھے۔(۱۳)

امیر عبدالرحمٰن الداخل عباسی خلیفہ دوم ابوجعفر منصور کا معاصر تھا، منصور ہمیشہ اس اموی امیر کا قدردان اور مداح رہا اور امیر نے بھی ایک عرصہ تک اندلس میں منصور کے نام کا خطبہ جاری رکھا۔ مؤرخین نے دونوں کے درمیان اشتراکِ اوصاف کی بھی نشاندہی کی ہے۔ دونوں یکساں پر عزم اور سخت گیر تھے۔ نظم وضبط حکومت میں بھی دونوں ایک جیسے تھے، دونوں کی مائیں بربری نسل سے تھیں۔ منصور نے اپنے بھائی سفاح کے بیٹے کو قتل کیا تھا جبکہ امیر نے اپنے بھتیجے مغیرہ بن ولید بن معاویہ کو سازش اور بغاوت کے الزام میں قتل کروا دیا تھا۔ دونوں نے اپنے اپنے دارالخلافت قرطبہ اور بغداد میں اپنے اپنے جانشین بیٹوں کے لیے الگ صاف ستھرے پختہ مکانات اور گلیوں والے محلے تعمیر کیے تھے اور دونوں نے ان محلوں کا نام ''الرصافہ''(۱۴) (پختہ اور ستھرا) رکھا تھا۔ عبدالرحمٰن نے قرطبہ کے محلہ رصافہ ہی میں کھجور کا وہ درخت لگایا تھا جسے تنہا دیکھ کر امیر کا ذوقِ شعر جاگ اٹھا اور قافیہ لام والے وہ چار شعر کہے جن کا آزاد ترجمہ شاعرِ مشرق نے فرمایا اور جو ان کے دیوان بال جبریل کی زینت ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مؤرخِ اندلس احمد المقری (۱۵) کے بیان کے مطابق قرطبہ کے محلّہ رصافہ میں اپنے لگائے ہوئے کھجور کے تنہا درخت کو دیکھا تو بلادِ مشرق کی یاد اور اپنے وطنِ مالوف دمشق شام کا شوق جاگ اٹھا جس کا اظہار ان چار شعروں میں ہوا۔ (۱۶)

تبدت لنا وسط الرصافة نخلة — تناء ت بارض الغرب عن بلد النخل

فقلت شبیهی فی التغرب وَالنّوی — وطول اکتئابی عن بنی وعن اهلی

نشات بارض انت فیها غریبة — فمثلك فی الاقصاء والمنتای مثلی

سقتك غوادی المزن والمنشای الذی — المساکین بالوبل

ترجمہ: (1) رصافہ کے وسط میں ہمیں اکیلی کھجور دکھائی دی جو سرزمین مغرب میں ہے اور کھجوروں کے ملک سے دور ہے۔

(2) مجھے خیال آیا کہ غریب الدیار ہونے اور ہجر و فراق میں یہ درخت تو میرے مشابہ ہے، اپنی اولاد اور اہل و عیال سے جدائی کا طویل غم برداشت کرنے میں بالکل مجھ جیسا ہے۔

(3) اے کھجور کے درخت تو نے ایک ایسی سرزمین میں نشو و نما پائی ہے جس میں تو اجنبی ہے۔ تو یوں تو فراق اور دوری میں میری مثال ہے۔

(4) صبح و شام تجھے بارشیں سیراب کریں۔

ان چار اشعار کا اسلوبِ بیان بلاشبہ شہزادہ شاعر کی طرح شاہانہ ہے اور پتہ دیتا ہے کہ عبد المالک بن مروان کے شاہی گھرانے میں تربیت پانے والا اموی شہزادہ وہ فصاحت و بلاغت لیکر پیدا ہوا جو عبدالملک کا علمی و ادبی امتیاز تھا۔ شاعر نے پیش آمدہ صورتِ احوال اور پیدا ہونے والی فضا سے نہ صرف یہ کہ فائدہ اٹھاتے ہوئے اس میں رنگ بھر دیا ہے جو قوسِ قزح کے تمام پہلو لیے ہوتا ہے، آدمی اور درخت ارض وطن سے دوری اور جدائی میں یکساں حزین و مغموم ہیں، مگر باہمی مشابہت میں ایک گونہ اپنائیت اور ہمدردانہ روش باعث تسلی اور اطمینان ہے۔ امیر عبدالرحمٰن کی یہ شاعرانہ اپج اور انوکھا پن مشرق کے عرب شعراء کے لیے تو اجنبی ہے ہی یورپ خصوصاً سپین کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شعراء کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا، مناظر فطرت کی تصویر کشی قدیم جاہلی اور اسلامی شاعری کے لیے نئی بات نہ سہی مگر جس طرح امیر عبدالرحمٰن الداخل خود کو فطرت کا یوں حصہ بنا دیتے ہیں کہ کھجور کے درخت میں گویا گم ہو جاتے ہیں، اپنا ماضی اس کا ماضی نظر آنے لگتا ہے اپنے حال کو اس کے حال سے ملا دیتے ہیں دونوں کا مستقبل بھی یکساں ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دونوں کی آرزو اور تمنا ایک دوسرے کی خیر خواہی دکھائی دیتی ہے، یہ کیفیت ہمیں صرف جدید انگریزی شاعری میں دیکھنے کو ملتی ہے۔

علامہ اقبالؒ نے امیر کے ان چار اشعار سے متاثر ہو کر جو دس اشعار نظم کیے ہیں ان میں سے پہلے پانچ اشعار کے الفاظ و معنی بڑی حد تک امیر کے اشعار سے ملتے جلتے ہیں مگر بعد والے پانچ اشعار لفظ اور معنی دونوں لحاظ سے اپنی ایک مستقل دنیا رکھتے ہیں اور یہ دنیا وہ ہے جو اقبال کے فکر وشعر کا ایک خاص رنگ ہے اور جس کے بغیر اقبال کی شعر گوئی کا تصور بھی ممکن نہیں ہے، اقبال شعر کہے اور کسی پیغام کے بغیر؟ اقبال شعر کہے اور بات سے بات پیدا نہ کرے؟ اقبال کا شعر بھی ہو اور اس میں عظمتِ آدم اور شانِ ایمان کا اعتراف بھی نہ ہو؟ یہ سب باتیں غیر معقول سی ہیں اور یہ آخری پانچ شعر اس حقیقت پر شاہدِ عدل ہیں!

اقبالؒ کی یہ نظم امیر عبدالرحمٰن الداخل کے مذکورہ چار اشعار کا آزاد ترجمہ ہے اور اس کے آغاز میں نظم کا عنوان بھی ہے اور ایک مختصر نوٹ بھی درج ہے، عبدالرحمٰن اول کا بویا ہوا کھجور کا پہلا درخت سرزمین اندلس میں یہ اشعار جو عبدالرحمٰن اول کی تصنیف سے ہیں، تاریخ المقری میں درج ہیں، مندرجہ ذیل اردو نظم ان کا آزاد ترجمہ ہے (درخت مذکورہ مدینہ الزہراء میں بویا گیا تھا)''۔ (۱۷)

اس عنوان اور اس کے بعد نظم کے شروع میں دیئے گئے نوٹ کے حوالے سے بعض باتیں قابل غور ہیں، ایک تو یہ ہے کہ امیر کو عبدالرحمٰن اول کہا گیا ہے جو غلط نہیں مگر قریش کا شاھین یہ اموی شہزادہ اول کے بجائے الداخل کے لقب سے مشہور ہے۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علامہؒ نے امیر کے یہ اشعار عربی اصل کے بجائے کسی یورپی زبان (غالباً انگریزی میں) ترجمہ کے ذریعہ پڑھے ہوں گئے اور ہوسکتا ہے یہ انگریزی ترجمہ بھی آزاد ترجمہ ہو جب آزاد ترجمہ ہو تو اصل ترجمہ میں فاصلے اور بھی زیادہ بڑھ گئے۔

''کھجور کا پہلا درخت سرزمین اندلس میں'' سے اگر یہ مقصود ہو کہ اس درخت سے پہلے سپین میں پہلے کبھی کھجور کا کوئی اور درخت بویا ہی نہیں گیا، تو یہ دعوی ہے جو بلا دلیل ہے اور اگر اس سے مراد یہ ہو کہ یہ امیر کا لگایا ہوا پہلا درخت ہے تو گویا امیر بعد میں بھی کھجور کے درخت لگواتے چلے گئے ہوں گئے، مگر یہ دعوی بھی بلا دلیل ہے اور امیر کے شایان شان بھی نہیں ہے اس لیے کہ امیر کوئی ھیڈ مالی تو نہ تھے۔

اسی طرح ''تاریخ المقری'' بھی قابل غور ہے، کیونکہ المقری نے کئی ایک کتب تاریخ تصنیف کی ہیں، اس لیے کتاب کا نام ذکر کرنا ضروری تھا اور وہ ہے نفح الطیب جو احمد المقری کی تصنیف ہے تاہم امیر کے یہ اشعار دیگر مغربی یا اندلسی مصادر میں نقل ہوے ہیں جن میں ابن الابار کی کتاب الحلۃ السیرا، تاریخ ابن خلدون اور المراکشی کی کتاب البیان المعرب بھی شامل ہیں۔

لیکن اس نوٹ میں یہ دعوی تو بالکل غلط بلکہ مضحکہ خیز بھی ہے کہ (درخت مذکورہ مدینہ الزھراء میں بویا گیا تھا)، اس لیے کہ یہ درخت مدینۃ الزھراء کے بجائے قرطبہ شہر کے ایک خاص محلّہ الرصافہ میں بویا گیا تھا یا لگایا گیا تھا جب کہ خود امیر کے الفاظ میں رصافہ کا ذکر آیا ہے، رہا مدینۃ الزھراء تو یہ تو عبد الرحمٰن الداخل یا عبد الرحمٰن اول کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا، یہ تو اس کی کئی پشتوں کے بعد آنے والے اندلس کے اموی خلیفہ عبد الرحمٰن ثالث، یعنی عبد الرحمٰن الناصر لدین اللہ نے اپنی زھرہ نامی ایک لونڈی کے نام پر بسایا تھا۔

ہوسکتا ہے کہ یہ نوٹ اور خصوصاً اور اس کا یہ حصہ کہ (درخت مذکور مدینۃ الزھراء میں بویا گیا تھا)، حضرت علامہ کی طرف سے نہ ہو، بلکہ کسی اور ''فاضل'' کا کارنامہ ہو'' واللہ اعلم بالصواب''۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امیر عبدالرحمٰن الداخل کے چاروں اشعار اور ان کا ''لفظی با محاورہ'' ترجمہ آپ کے سامنے ہے، یعنی یہ ترجمہ بیک وقت لفظی بھی ہے کہ کسی لفظ کو ترک نہیں کیا گیا بلکہ آپ چاہیں تو ہر عربی لفظ کا اردو مترادف تلاش کر سکتے ہیں، اور یہ ترجمہ با محاورہ بھی ہے کہ یہ لفظ بلفظ ترجمہ نہیں ، بلکہ اگر اس ترجمہ کو آپ اصل سے نظر ہٹا کر پڑھیں تو بات واضح طور پر سمجھ میں آ جائے گی ، ایک با محاورہ لفظی ترجمہ یا لفظی با محاورہ ترجمہ کی یہی پہچان ہے اشعار کے اس با محاورہ لفظی ترجمہ کا تقابل اگر حضرت علامہ کی آزاد اردو نظم سے ہو تو الفاظ و معانی کافی حد تک ملتے جلتے نظر آتے ہیں ایک بڑا شاعر جب کسی نظم کا شعری ترجمہ پیش کرے تو یہی صورت حال دیکھنے میں آتی ہے، اقبال نے امیر کے اشعار کے کسی آزاد یورپی ترجمہ سے آزاد اردو ترجمہ کیا تو امیر عبدالرحمٰن الداخل اور ان کا یورپی مترجم دونوں غائب ہوتے دکھائی دیئے اور صرف اقبال حضرت علامہ کے یہ ابتدائی پانچ شعر واقعی امیر عبدالرحمٰن کے مندرجہ بالا چار شعروں کا آزاد ترجمہ ہے ، بلکہ یوں کہا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا کہ اقبال کی یہ اردو نظم امیر کے اشعار کا آزادانہ مفہوم ہے، کیونکہ ایک زبان سے دوسری زبان میں کیے جانے والے آزاد ترجمہ کو جب ماخذ و مصدر بنایا جائے تو بات ترجمہ کے دائرہ سے نکل کر مفہوم کے دائرہ میں آ جاتی ہے اس لیے اسے ''آزادانہ مفہوم'' کا عنوان دینا زیادہ مناسب ہوگا، امیر عبدالرحمٰن الداخل کے چار شعر مع ان کے اردو ''لفظی - با محاورہ'' ترجمہ اوپر آپ ملاحظہ فرما چکے، ہیں اس لیے اب مزید بات چیت سے پہلے حضرت علامہ کے ابتدائی پانچ شعر بھی ہمارے سامنے ہونے چاہیں، اقبال فرماتے ہیں (۱۸) (شہزادہ کھجور کے درخت مخاطب ہے)

میری آنکھوں کا نور ہے تو ۔۔۔ میرے دل کا سرور ہے تو
اپنی وادی سے دور ہوں میں ۔۔۔ میرے لیے نخل طہور ہے تو
مغرب کی ہوا نے تجھ کو پالا ہے ۔۔۔ صحرائے عرب کی حور ہے تو
پردیس میں ناصبور ہوں میں ۔۔۔ پردیس میں ناصبور ہے تو
غربت کی ہوا میں بارور ہو ۔۔۔ ساقی تیرا نم سحر ہو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہمارے سامنے وہ آزاد ترجمہ نہیں جو کسی یورپی (اغلباً انگریزی) زبان میں کیا گیا تھا اور حضرت علامہ کی اس نظر پڑی ہوگی پھر انہوں نے اس آزاد ترجمہ کا آزاد ترجمہ ''آزادانہ مفہوم'' کی شکل میں اردو کو عطا فرمایا لیکن یہاں اقبال کا پہلا شعر بلکہ صرف پہلے مصرعہ امیر کے پہلے شعر کے پہلے مصرعہ میں پہلے لفظ سے کچھ نسبت رکھتا ہے اور وہ ہے ''تبدت'' جس کے معنی ہیں دکھائی دی یا نظر آئی (کھجور) لیکن تبدت کے معنی طلوع ہونا خصوصاً چاند کا طلوع ہونا، ظاہر ہے کہ جب کھجور کا درخت ھلال عید کی شکل میں طلوع ہوگا تو آنکھوں کا نور بھی ہوگا اور دل کا سرور بھی۔

دوسرے شعر میں بھی امیر کے دوسرے شعر کے ایک لفظ ''نوی'' (دوری، جدائی) کے مقابل ''دور ہوں'' آ گیا ہے، باقی الفاظ میں دونوں شاعر ایک دوسرے سے بہت دور ہیں تاہم اقبال نے مفہوم کا حق ادا کرتے ہوئے موضوع زیر بحث سے متعلق بہت خوبصورت شعر عطا کر دیا ہے، اگر آپ غور فرمائیں تو اقبال کے تیسرے شعر کا امیر کے تیسرے شعر سے کوئی خاص تعلق یا واسطہ نہیں تاہم اگر اقبال کے تیسرے شعر کو آپ امیر کے پہلے شعر کے دوسرے مصرعہ سے جوڑیں تو ارضِ الغرب (سرزمین مغرب) کی جگہ ''مغرب کی ہوا'' میں قرب اور مماثلت نظر آئے گی اسی طرح اقبال کا چوتھا شعر امیر کے دوسرے شعر سے مناسبت رکھتا ہے اور معنی وہ مفہوم میں گہری مماثلت موجود ہے، جس طرح امیر کا چوتھا اور آخری شعر کھجور کے درخت کے لیے دعا اور نیک تمنا پر مشتمل موجود ہے، اسی طرح اقبال کا آخری اور پانچوں شعر بھی اسی مفہوم کا حامل ہے تاہم اقبال نے غربت کی پرورش پانے، بارآور ہونے اور بادِ سحرگاہی کی نمی سے سیرابی کی دعا کر کے امیر کی صبح و شام کی موسلا دھار بارش پر برتری حاصل کر لی ہے۔

اقبال کے یہ آخری پانچ شعر تو اس کے اپنے ہیں ان میں امیر کے اشعار کے الفاظ و معانی کا کوئی حصہ نہیں ہے، البتہ اقبال یہ جانتے ہیں کہ امیر عبدالرحمٰن شام سے تعلق رکھتا تھا اور اپنی ہمت و جرات اور ذہانت و دور اندیشی کے طفیل عباسیوں کے طوفان کے انتقام سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوا، پھر اپنی اسی ہمت و جرات ذہانت دور اندیشی اور سیاسی ہنرمندی کے طفیل اندلس میں دوسری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اموی خلافت و بادشاہت کی بنیاد رکھنے میں کامیاب ہوا، چنانچہ اقبال کے ان آخری پانچ شعروں میں امیر کی اپنی خوبیوں اور اوصاف کا تذکرہ ہے، یہ دنیا بڑی وسیع ہے سمندروں سے زیادہ گہری، پہاڑوں سے زیادہ بلند اور صحراؤں سے زیادہ وسیع! بس اس عجیب وغریب دنیا کا نظارہ کرنے کے لیے بھی آنکھ کو حوصلہ درکار ہے اور اس کے سمندری شناوری کی توفیق صرف ہمت اور سوز دروں سے ہی نصیب ہوتی ہے، امیر اگر خاک شام کو خیر آباد کہہ کر آسمان اندلس پر طلوع نہ ہوتا تو کبھی کامیاب نہ ہوتا، سب سے آخر میں پانچواں شعر اقبالیات کا اپنا رنگ ہے، وہ پیغام ہے جو اقبال کا اصل مطلوب ومقصود ہے، اور یہ طارق کی زبانی اقبال کے اس مشہور شعر بلکہ رباعی کی یاد دلاتا ہے جس میں شاعر مشرق نے ہر ملک ملک ما است کہ ملک خدائے ما رست کا پیغام دیا اور یہاں مومن کے جہاں کی کوئی در نہیں بلکہ اس کی جگہ پر نہیں ہے: (۱۹)

عالم کا عجیب ہے نظارہ — دامانِ نگاہ ہے پارہ پارہ
ہمت کو شناوری مبارک — پیدا نہیں بحر کا کنارہ
ہے سوز دروں سے زندگانی — اٹھتا نہیں خاک سے شرارہ
صبح غربت میں اور چمکا — ٹوٹا ہوا شام کا ستارہ
مومن کے جہاں کی حد نہیں ہے — مومن کا مقام ہر کہیں ہے

قدرتی طور پر یہاں دو سوال اٹھتے ہیں، پہلا یہ کہ اقبال کو علم تھا کہ ابوجعفر منصور عباسی نے امیر عبدالرحمٰن الداخل کو صقر قریش یا قریش کا شاہین قرار دیا تھا، نظر بظاہر یہی لگتا ہے کہ شاعر مشرق کے علم میں یہ بات نہیں تھی ورنہ وہ اس کا تذکرہ ضرور کرتے، کیونکہ اقبال کی یہ شان ہی نہیں کہ وہ بخل سے کام لیں یا فضیلت کا اعتراف نہ کریں

دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا اقبال کے ہاں شاہین کے تخیل کا ماخذ منصور کے اس قول کو یا صرف امیر عبد الرحمٰن الداخل کی ذات کو اقبال کا مصدر و ماخذ شاہین قرار دیا جاسکتا ہے، اس کا جواب بھی نفی میں ہوگا، جو در حقیقت او پر والے سوال کے جواب سے بھی خود بخود عیاں ہے، اقبال کے ہاں شاہین کا تخیل اس کے ذاتی مشاہدہ و مطالعہ کا نتیجہ ہے اور اس کا تعلق ابوجعفر منصور کے قول یا امیر عبدالرحمٰن الداخل کے ذاتی کردار سے نہیں ہے!!

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مصادر و حواشی

(۱) زندہ رود از ڈاکٹر جاوید اقبال ۳/ ۳۱۵۔

(۲) کلیات اقبال اردو، ص ۶۱۸۔

(۳) زندہ رود، ص ۳/ ۱۱۷

(۴) کلیات اقبال ص ۳۹۵۔

(۵) اس موضوع پر مقالہ نگار کی تصنیف ''اقبال کے نجوم ہدایت'' (جواب اقبال اور صحابہ کرامؓ) کے عنوان سے نظر ثانی کے بعد دوبارہ چھپ رہی ہے۔

(۶) الکامل فی التاریخ، ۵/ ۷۷، ۶/ ۴، ۵ نفح الطیب ا/ ۳۶، ۴/ ۲۶، ۵۲۔

(۷) مؤرخین بتاتے ہیں کہ ایک روز بنوامیہ کا فاتح جرنیل مسلمہ بن عبدالملک بن مروان اپنے خلیفہ بھائی ہشام بن عبدالملک کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ یہ یتیم شہزادہ عبدالرحمٰن الداخل اندر آیا ہشام نے اسے ایک طرف ہونے کے لیے کہا تو مسلمہ بولا: امیر المؤمنین! اسے کچھ مت کہیے، بلکہ اسے گلے سے لگائیے پھر کہا گیا امیر المؤمنین ھذا صاحب بنی امیۃ دوزرھم عندزوال ملکم'' (امیر المومنین! یہ بنوامیہ کا اس وقت ہمدم اور پناہ گاہ ہوگا جب ان کا اقتدار ختم ہو چکا ہوگا) دیکھیے نفح الطیب ۴/ ۵۵

(۸) الکامل فی التاریخ ۵/ ۷۷۔

(۹) نفح الطیب ۴/ ۲۶، ۵۶۔

(۱۰) الکامل فی التاریخ ۵/ ۷۹، الحلۃ السیر اء ۲/ ۳۵۰۔

(۱۱) نفح الطیب ۴/ ۲۷۔

(۱۲) ایضاً

(۱۳) طبقات ابن سعد ا/ ۲۳، ۵۲، تفاصیل کے لیے مصنف کی علمی کاوش ''سیرت نبوی کا ایک اہم گوشہ دار ارقم تاریخ کے آئینہ میں'' ملاحظہ ہو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۱۴) نفح الطیب ۴/۵۴، الکامل فی التاریخ ۵/۷۷،۴۷۶، تاریخ بغداد ۱/۲۵۴.

(۱۵) ایضاً

(۱۶) ایضاً

(۱۷) کلیات اقبال اردو ص ۳۹۴.

(۱۸) ایضاً ص ۳۹۵.

© rasailojaraid.com